دنیا اور اس کی چیزیں اس کی نظر میں فنا ہو جاتی ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 رمئی 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کی:

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۱۰﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ
وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۱﴾ لَهٗ
مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ
اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۲﴾

(الرعد: 10 تا 12)

پھر فرمایا:

یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ الرعد کی دسویں تا بارھویں آیات ہیں اور پہلے بھی دو گزشتہ خطبات کے موقع پر میں انہی کی تلاوت کرتا رہا ہوں۔ آج خصوصیت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقتباسات کے حوالے سے میں نے ان کی تلاوت کی ہے جن کے متعلق میں نے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات جو اس آیت کی تفسیر میں آپؑ نے لکھے اور بیان فرمائے ہیں وہ آپ کے سامنے رکھوں گا۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ غیب کا بھی عالم ہے اور شہادت کا بھی۔ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ کبیر ہے اور متعال ہے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کا ایک تعلق اس کے الْكَبِيْرُ اور اس کے الْمُتَعَالِ ہونے سے ہے جس کے متعلق میں نے پہلے ذکر کیا تھا لیکن اس طرز بیان میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہی ہے جو ظاہر کو بھی جانتا ہے اور وہی ہے جو غیب کو بھی جانتا ہے۔ بندوں کو نہ تو ظاہر کا

کچھ علم ہے نہ غیب کا کچھ علم ہے اور چونکہ علم سے ہی کبر اور علم ہی سے بلندی عطا ہوتی ہے۔تمام سربلندی علم کے نتیجہ میں ہے تمام عظمت علم کے نتیجہ میں ہے۔اس لئے نہ انسانوں میں کوئی کبیر ہے نہ انسانوں میں کوئی متعال ہے۔اگر کبیر ہے تو اللہ کی ذات ہے۔اگر متعال ہے تو وہ اللہ ہی کی ذات ہے اور جہاں تک بندوں کا تعلق ہے وہ جو کچھ چھپاتے ہیں اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں، جو ظاہر کرتے ہیں اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔سب برابر ہیں اس کی نظر میں۔مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ۔

خواہ وہ بلند آواز میں اونچی اونچی باتیں کرے اور اپنے بلند بانگ ارادوں کا اظہار کرے یا دعاوی کرے یا کوئی مخفی باتیں دل میں چھپائے پھرتا ہو۔فرمایا خدا کی نظر میں سب برابر ہیں۔وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ اور جورات کے پردوں میں چھپتا پھرے اور دن کو کھلم کھلا باہر نکلے ان دونوں کی حقیقت کو بھی وہی جانتا ہے اور ان سب کے لئے ہر حال میں خدا ہی کی تقدیر کے تابع مقرر کردہ ایسے محافظ ہیں جو ان کی حفاظت فرمارہے ہیں اور اگر خدا کی حفاظت نہ ہوتی تو نہ رات کو زندگی کا قیام ممکن تھا، نہ دن کو زندگی کا قیام ممکن تھا۔تو اللہ کی حفاظت کی تقدیر کے تابع یہ جو آگے پیچھے، دائیں بائیں ان کے ساتھ جاری ہے ان کو ہر لحظہ موت سے بچارہی ہے۔

(اس موقعہ پر مسجد کے لاؤڈ سپیکر کی آواز میں خرابی کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے حضور نے خطبہ روک دیا اور اس ضمن میں ضروری ہدایات جاری فرمائیں۔اس نظام کی درستگی کے بعد حضور انور نے خطبے کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا)

میں یہ بیان کر رہا تھا کہ قرآن کریم میں جہاں عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ کا مضمون ہے وہاں یہ بھی ہے کہ تمہیں جب کسی حال کا علم نہیں، نہ ظاہر کا، نہ غیب کا۔تم اپنی حفاظت کا کیا انتظام کر سکتے ہو، کچھ بھی نہیں اور جو اندرونی خطرات ہیں اور اکثر اندرونی ہیں اور جو مخفی خطرات ہیں اور اکثر مخفی ہیں ان سے انسان کے اندر مقابلے کی طاقت ہی نہیں کیونکہ علم کے بغیر مقابلہ ممکن نہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے جہاں جس جس پہلو سے کسی انسان کو علم سے محروم رکھا ہے وہاں اس کی نگرانی کی ذمہ داری خود سنبھالی ہے۔پس یہ تعلق ہے اس مضمون کا لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ کہ انسان کے آگے اور پیچھے خدا کے حکم سے ایسے کارندے چلتے ہیں جو

اس کی تقدیر سے، اسی کے حکم سے حفاظت کر رہے ہیں۔ ورنہ موت کی تقدیر بھی خدا ہی کی ہے زندگی کی تقدیر بھی خدا ہی کی ہے۔

اس تعلق میں نیکی کو چھپ کر کرنا اور نیکی کو اعلانیہ کرنا یہ وہ مضمون ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے روشنی ڈالی ہے اور بہت ہی گہری پُر حکمت نصائح پر مشتمل مضمون ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس آیت کریمہ کے بہت سے پہلو ہیں بے شمار ایسے ہیں جن پر ایک وقت میں اکٹھے روشنی ڈالنا تو درکنار اس کا ذکر بھی ممکن نہیں ہے۔ بہت ہی وسیع مضامین پر پھیلی ہوئی یہ آیات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے نیکی کے چھپانے اور نیکی کے ظاہر کرنے کے مضمون کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

> پس مومنوں کو بھی دو ہی قسم کی زندگی بسر کرنے کا حکم ہے سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً (ابراہیم:32) (یا وہ مخفی زندگی بسر کریں گے یا کھلی کھلی علانیہ زندگی) بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ وہ علانیہ کی جاویں اور اس سے غرض یہ ہے کہ تا اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی تحریک ہو۔

یعنی علانیہ نیکی میں ایک حکمت یہ ہے تا کہ لوگوں کو بھی تحریک ہو ورنہ مخفی نیکیاں ہر انسان کی ذات میں ڈوبی رہیں گی اور معاشرے میں عموماً نیکی میں آگے بڑھنے کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوگی۔

> اس سے غرض یہ ہے کہ تا اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی تحریک ہو اور وہ بھی کریں۔ جماعت نماز (یعنی باجماعت نماز) علانیہ ہی ہے اور اس سے غرض یہی ہے کہ تا دوسروں کو بھی تحریک ہو اور وہ بھی پڑھیں اور سِرًّا اس لئے کہ یہ مخلصین کی نشانی ہے جیسے تہجد کی نماز ہے۔ یہاں تک بھی سِرًّا نیکی کرنے والے ہوتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے خیرات کریں اور دوسرے کو علم نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر اخلاص مند ملنا مشکل ہے (کہ نیکی کو عمداً اتنا چھپائے گویا اس کے وجود کے دوسرے حصے کو بھی اس نیکی کی خبر نہ ملے) انسان میں یہ بھی ایک مرض ہے کہ وہ جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ لوگ بھی اسے سمجھیں۔

”لوگ بھی اس کو سمجھیں“ سے مراد یہ ہے کہ اس کے خرچ کے معاملات پر لوگوں کی بھی نظر

ہو۔ سمجھیں کا مضمون یا تو کوئی غلط لکھا گیا ہے یا حضرت مسیح موعودؑ بعض دفعہ بعض الفاظ کو زیادہ وسیع معنوں میں استعمال فرماتے ہیں جو روزمرّہ کے استعمال سے ہٹ کر ہوتا ہے۔ جو الفاظ یہاں لکھے ہوئے ہیں یہی ہیں۔

> یہ بھی ایک مرض ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ لوگ بھی اسے سمجھیں۔

شاید مراد یہ ہو کہ لوگ بھی اسے کچھ سمجھیں، اس کو عزت دیں، اس کو مرتبہ دیں۔

''مگر میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں'' یہ وہ اصل بات جس کی طرف توجہ دلانے کے لئے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عبارت کو چنا ہے۔ آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا توقع ہے اور آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی گہری دلی رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔

> مگر میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ میری جماعت میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ جو بہت خرچ کرتے ہیں مگر اپنا نام تک ظاہر نہیں کرتے۔ بعض آدمیوں نے مجھے کئی مرتبہ پارسل بھیجا ہے اور جب اسے کھولا ہے تو اندر سے سونے کا ٹکڑا نکلا ہے یا کوئی انگشتری نکلی ہے اور بھیجنے والے کا کوئی پتا ہی نہیں۔ کسی انسان کے اندر اس مرتبہ اور مقام کا پیدا ہونا چھوٹی سی بات نہیں اور نہ ہر شخص کو یہ مقام میسر آتا ہے۔ یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات پر ایمان لاتا ہے اور اس کے ساتھ اسے ایک صافی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ دنیا اور اس کی چیزیں اس کی نظر میں فنا ہو جاتی ہیں۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 665)

یہ ہے سِرًّا کا مضمون جو بہت ہی گہرائی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔ بسا اوقات انسان نیکی کرتا ہے اسے دکھاوے کا تو خیال نہیں ہوتا لیکن بالارادہ اخفاء کا بھی کوئی طریق اختیار نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں پر کوئی حرف نہیں کیونکہ چھپانا بھی ایک زحمت ہے اور کوشش کر کے کسی چیز کو چھپانا کسی غیر معمولی ارادے کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا ورنہ یہ نارمل نہیں ہے یہ عام انسانی طریق نہیں ہے۔ ایک انسان ریا سے پاک نیکی کرے اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی وہ دیکھتا ہے یا

نہیں دیکھتا اور اسی تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنا بھی ایک تجربہ بیان فرمایا ہے۔ کسی نے آپؑ سے پوچھا کہ آپ جب نماز پڑھتے ہیں اور خاص کیفیت طاری ہوتی ہے لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آپ کو کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا جیسے انسان طویلہ میں نماز پڑھے ارد گرد گھوڑے بندھے ہوں تو کسی کو خیال آئے گا کہ گھوڑے دیکھ رہے ہیں؟ وہم وگمان میں بھی نہیں یہ بات آتی کہ کوئی دیکھ رہا ہے کیونکہ میری نماز کا ان سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ جس کے ساتھ ہے وہ دیکھ رہا ہے اور اسی کا خیال ایسا غائب ہو جاتا ہے کہ کسی اور طرف توجہ جاتی ہی نہیں۔ تو ضروری نہیں کہ ہر نماز کو چھپا کر ہی پڑھا جائے تو وہ ''سری'' نماز بنے گی ورنہ علانیہ ہو جائے گی۔ یہ مضمون بھی سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر چیز جو ظاہر ہے وہ ظاہر نہیں ہے بعض دفعہ ''سر'' ہی ہوتی ہے اور اس کے اندر ''سر'' ہوتے ہیں پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو نماز لوگ دیکھتے تھے اور وہ نمازیں جو دوسروں کی دیکھتے تھے بظاہر تو ان میں فرق نہیں تھا۔ اگر خشوع وخضوع ہے تو بعض دفعہ غیروں میں بھی بڑے زور سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے مگر یہ ''سری'' کیفیت کہ پرواہ ہی کوئی نہیں کوئی دیکھ رہا ہے کہ نہیں دیکھ رہا ان کی حیثیت، حقیقت ہی کوئی نہیں۔ جس نے دیکھنا تھا وہ جانتا ہے اور وہی میرے لئے کافی ہے۔ یہ بھی ایک ''سر'' ہے جو علانیہ نمازوں میں بھی پیدا ہو جاتا ہے اور نیکی کا بھی یہی حال ہے۔ بعض دفعہ ایک انسان چندے لکھواتا ہے چندے ادا کرتا ہے اس کے نام رسیدیں کٹتی ہیں اور اکثر یہی ہوتا ہے کیونکہ ہم نے چندے کے نظام کی بھی حفاظت کرنی ہے۔ مگر دیکھنے والے کے ذہن میں کسی طرح بھی، کسی قسم کا کوئی ریاء کا پہلو نہیں ہوتا۔ مگر اس کے باوجود کچھ ایسے بھی ہیں جو محنت کر کے اپنی نیکی کو خود اپنی ذات سے بھی چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ جو فرمایا کہ دوسرے ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی یہ بہت اہم مضمون ہے۔ یہ کوئی مبالغہ آمیزی نہیں ہے۔ ورنہ لفظاً تو ایک ہاتھ سے آپ نیکی کریں تو دوسرے ہاتھ کو ضرور خبر ہوگی کیونکہ آپ ایک ہی وجود کے حصے ہیں۔ مگر یہ جو مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عشاق کے حوالے سے بیان فرمایا کہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ ایسے ایسے بھی ان میں ہیں کہ جو مجھ تک سے نام چھپاتے ہیں اور مومن کا اپنے آقا سے اتنا بھی فرق نہیں ہوتا جتنا ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ سے ہوتا ہے۔ پس ایک ہاتھ سے نیکی کرنا اور دوسرے ہاتھ سے چھپانا اس سے بہتر انداز میں ظاہر نہیں فرمایا جا سکتا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی لوگ بعض دفعہ زیورات بھیجتے تھے اور خود آپ پر بھی نام ظاہر نہیں کرتے تھے لیکن بہت سے ایسے تھے جو آپ پر ضرور ظاہر کرتے تھے اور دونوں باتیں اخفاء میں ہیں ۔جس نے نہیں ظاہر کیا اس نے اپنے پر اعتماد نہیں کیا۔ یہ نہیں کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتماد نہیں تھا ۔اس نے اپنے اوپر اعتماد نہیں کیا اس کو یہ یقین نہیں تھا کہ اگر میں نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی نام ظاہر کر دیا تو شاید میں اپنے نفس کی انا کی پیاس بجھانے کے لئے ایسا کر رہا ہوں اور دل چاہتا تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی نیکی کو ظاہر کروں تا کہ دعائیں بھی حاصل کروں لیکن دعاؤں کے ساتھ جہاں نفس کی ملونی کا خطرہ ہوا وہاں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا کرنے والوں کو خود اپنے اوپر اعتماد نہیں تھا اور اعتماد نہ ہونے کے نتیجے میں اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی انا کی گردن پر چھری پھیری ہے۔ گویا اب کوئی امکان باقی نہیں رہا کہ میری انا کسی طرح بھی خوش ہو سکے اس لئے یہ قربانی تو ضرور خالصتہً اللہ کے لئے ہوگی ۔ یہ وہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک ہی تحریر میں ایک بات بیان فرما کر اس کا ایک پہلو روشن فرمایا اور اس بات سے پردہ اٹھا دیا کہ کیسے ایک ہاتھ کی نیکی کی دوسرے ہاتھ کو خبر تک نہیں ہوتی۔

پھر ایسے بھی ہیں جو یہ اس غرض سے کرتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ میرے اور خدا کے درمیان ایسا تعلق قائم ہو جائے کہ اس کے اندر کسی انسان کا کوئی واسطہ نہ رہے اور ایسا کرتے ہوئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب نام چھپاتے تھے تو کسی تکبر کی بناء پر نہیں کہ میرا خدا سے براہ راست تعلق ہے بلکہ خدا کی توجہ اپنی طرف پھیرنے کے لئے کہ میں بھی ایک تیرا بندہ ہوں میری نیکی براہ راست تجھ تک پہنچے اور کسی اور کا دخل نہ ہو۔ یہ مضمون ہے جو عین ایسے باریک کنارے پر کھڑا ہے کہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ اگر غلط ہو تو ایسا آدمی ٹھوکر کھا کے گر بھی سکتا ہے۔ اگر صحیح ہو تو بہت بلند مقام تک اس کو پہنچا دیتا ہے اور گرتا ہے تو خدا کی جھولی میں گرتا ہے۔ پس اس پہلو سے ”سر“ کا مضمون بہت ہی گہرا اور باریک ہے اور جب تک ہم اس مضمون کو نہ سمجھیں زیادہ ترقیات نہیں کر سکتے کیونکہ ”سر“ کہ اندر جو اندھیرے ہیں وہ اپنی ذات کی راہ میں بھی حائل ہوتے ہیں۔ ”سر“ کو پہچاننا بہت مشکل کام ہے اس لئے جو اپنی نیتوں کو ٹٹولتا رہتا ہے اسے رفتہ رفتہ وہ بصیرت عطا ہوتی ہے جیسے اندھیرے کمرے میں رہنے کے عادی کی آنکھوں کو عطا ہوتی ہے۔ وہ آنکھیں رفتہ رفتہ کھل

جاتی ہیں اور بہت مدھم روشنی بھی ہو تو اس میں کچھ دکھائی دینے لگتا ہے۔ گویا جن کی آنکھیں ہمیشہ باہر ہی کھلی رہیں ان کو نفس کے اندھیروں میں کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ نیتوں کا آغاز انـــــا سے ہوا تھا یا رضائے باری تعالیٰ کی خاطر قربانی سے ہوا تھا۔

پس یہ وہ ''سر'' کا پہلو ہے جس پر جماعت کو غور کرتے رہنا چاہئے اور جب تک یہ محاورہ نہ ہو جائے کہ ہم اپنی نیتوں کو خوب پہچان لیں اور ہماری نیتوں کے گرد لپٹے ہوئے کوئی پردے حائل نہ ہوں، ہماری نظر اور اس نیت کے درمیان اس وقت تک قلب کی صفائی ممکن نہیں ہے۔ جب صفائی ہو جائے پھر وہ مقام آتا ہے جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے کہ اب یہ باتیں ختم ہو چکی ہیں، پرانی باتیں رہ گئی ہیں۔ کوئی دیکھتا ہے کہ نہیں دیکھتا ان سے میری توجہات کا مضمون بہت بالا ہو چکا ہے۔ پس وہاں تک پہنچنے کے لئے بیچ کی منازل ہیں اس لئے ہر انسان کو اپنی نیتوں پر نظر رکھنا خواہ وہ عبادت کے تعلق میں ہوں، خواہ وہ مالی قربانی کے تعلق میں ہوں یا وقت کی قربانی اور خدمات کے تعلق میں ہوں نہایت ضروری ہے اور خطرات اس وقت تک درپیش ہوتے ہیں جب غیر کی تحسین کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ وہی وقت ہے جو ایک قسم کی طمانیت کا وقت بھی ہے اور خطرات کا وقت بھی ہے اور یہ بھی ایک ایسا مضمون ہے جو یہاں اس سے مفر کوئی نہیں، بھاگ سکتے ہی نہیں۔ اب ہم جتنے بھی خدمت کرنے والے ہیں ان پر ہمیشہ نظر رکھتے ہیں اور امراء بھی نہ صرف نظر رکھتے ہیں بلکہ شکریوں کی چھٹیاں لکھتے ہیں اور مجھے بھی ساتھ بھیجتے ہیں۔ امیر صاحب UK کی بہت سی چھٹیاں میرے پاس آتی ہیں جو نقول ہیں ان لوگوں کے نام لکھی ہوئی چٹھیوں کی جن کو یہ لکھا گیا کہ آپ کی مالی قربانی جس انداز سے آپ نے کی، جس پیار اور خلوص سے کی وہ ہم تک پہنچی اور درج ہوئی اور میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے بدلے دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ غرضیکہ اسی قسم کا مضمون ہے جو سب لکھنے والے لکھتے ہیں اور مجھے چٹھی بھیج دیتے ہیں اور مجھے جو چٹھی بھیجنا ہے اس نیت سے نہیں کہ دیکھو ہم کتنی عمدگی سے اور فوری کام کر رہے ہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ اس غرض سے بھیجتے ہیں کہ جو دعائیں ان کے دل سے ایک اچھے خدمت کرنے والے کے لئے اٹھی ہیں وہ میرے دل سے بھی اٹھیں۔ اب لکھتے ہیں ہم تو تک بھی آواز پہنچتی ہے کہ میری نیکی محسوس کی گئی ہے۔ ان کے نفس کو بھی ایک طمانیت نصیب ہوتی ہے اور یہ طمانیت ہے جو خطرے پر بھی منتج ہو سکتی

ہے اور یہاں لازم ہے کہ ہم اس خدا کی پناہ مانگیں جس کی طرف سے مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ مقرر ہیں کہ ہمیں ہر قسم کے خطرات سے بچاتے رہیں۔تو نیکی کا مضمون جتنا گہرائی میں جا کر دیکھا جائے اتنا ہی زیادہ باریک سے باریک تر ہوتا چلا جاتا ہے اور بہت رفعتوں میں جا پہنچتا ہے یعنی جتنی گہرائی ہے اتنی ہی رفعتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس پر ان رفعتوں کے سمجھنے کے نتیجے میں پھر انسان کو رفعتیں نصیب ہوتی ہیں۔ان کو سمجھے بغیر نیکی کے عام پھل تو اسے ملیں گے مگر وہ پھل جو لامتناہی ہیں وہ پھل ان کے حصے میں آتے ہیں جن کی نیتیں لامتناہی طور پر خدا کے لئے وقف ہو چکی ہوں۔

پس خرچ تو ہم نے کرنے ہی کرنے ہیں جس نے دس روپے چندہ دینے کی توفیق پائی ہے اپنی توفیق کے مطابق وہ دس ہی دے سکتا ہے جس نے لاکھ یا کروڑ کی پائی ہے اس نے بھی توفیق کے مطابق ایسا کیا۔مگر نہ دس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے ہاں غیر معمولی مقبولیت پا گیا، نہ کروڑ کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا کے ہاں غیر معمولی مقبولیت پا گیا۔خدا کے ہاں ہندسے ختم ہو جاتے ہیں اور وہ آخری نیت ہے جس پر خدا کی نظر ہوتی ہے۔غربت اور امارت کی تفریق مٹ جاتی ہے۔ہر پیش کرنے والا برابر ایک صف میں کھڑا ہو جاتا ہے۔پس ان معنوں میں وہ آیت ایک مضمون پیش کر رہی ہے سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ اب خدا کے حضور تم سب برابر ہو گئے ہو خواہ تم نے بڑھ بڑھ کے پیش کئے چھپ چھپ کے کئے لازم نہیں کہ چھپا ہوا آگے بڑھ گیا ہے کیونکہ چھپے ہوئے کی نیکیوں میں بعض چھپی ہوئی بدیاں بھی داخل ہو جاتی ہیں اور علانیہ نیکی کرنے والے کے اندر بھی بعض اخفاء کے ایسے پہلو ہیں جن پر خدا کے سوا کسی کی نظر نہیں۔پس یہ عجیب مضمون ہے کہ امیر اور غریب، ظاہر اور مخفی سب برابر ہو جاتے ہیں خدا کی نظر میں اور وہی ایک ہے جو جانتا ہے کہ نیکی کیا ہے، کس حد تک ہے اور اگر ہم محنت کر کے اپنی نیکیوں کو خدا کے لئے خالص کرنے کی کوشش شروع کر دیں تو یہ زندگی بھر کا سفر ہے۔یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ آج آپ کے دل میں خیال اٹھا اور کل وہ بات ختم ہو گئی۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ زندگی کے ہر شعبہ پر یہ مضمون حاوی ہے اور تمام زندگی ختم نہیں ہو سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر روز ہم کچھ نہ کچھ کرتے ہیں اور جو بھی کرتے ہیں اس میں ہماری نیتیں شامل ہوتی ہیں خدا کے یا غیر اللہ کے کام کرنے کی۔اپنے بچوں کو پالتے ہیں، اپنی بیویوں کی

ضروریات پوری کرتے ہیں ،اپنے دوستوں کا خیال رکھتے ہیں ،تعلقات کے دائرے میں جکڑے ہوئے ہم آگے چلتے ہیں اور ہر تعلق کے دائرے کے اندر خدا تعالیٰ موجود ہے جو ہمیں دکھائی نہیں دیتا ۔اگر اس کی طرف دھیان جاتا ہے اور وہ ایک موجود حقیقت کے طور پر ہر تعلق کے دائرے میں دکھائی دینے لگتا ہے تو یہ وہ ہے جو اس دنیا میں بقاء نصیب ہو جاتی ہے اور باقی اور لافانی سے ایک تعلق شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہر تعلق کے وقت انسان اس انسان سے بہتر جس نے یہ باتیں محسوس کی ہیں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اس نے خدا کی موجودگی کو کیسا پایا۔ کیا خدا کی موجودگی کے نتیجہ میں اسے کوفت ہوئی اور طبیعت مکدر ہوئی اور اس کا جو لطف تھا وہ کچھ بک بکا سا ہو گیا یا خدا کی موجودگی کے خیال سے اس کے لطف میں مزید چمک پیدا ہوگئی اور اس کا لطف ایک آسمانی نوعیت کا نا قابل بیان لطف بن گیا۔

یہ دو انتہائیں ہیں جن کے درمیان ہر مومن کا قدم یا ایک انتہا کے قریب ہے یا دوسری انتہا کے قریب ہے اور یہ منازل لامتناہی ہیں ایک مبتدی جو سفر کرتا ہے وہ پہلی حالت ہے اس کے قریب رہتا ہے یعنی خدا کا تصور تو بار بار اٹھتا ہے لیکن گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے کہ یہ میرے دنیا کے تعلقات اس کے مزے میں اب میں خدا کا مضمون داخل کروں تو یہ مزا کرکرا ہو جائے گا۔ سوتے جاگتے ،اٹھتے بیٹھتے ،کھاتے پیتے ،گفتگو میں یا خاموشی میں ہر حال میں انسان پر یہ کیفیت طاری ہو سکتی ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا تصور باندھے اور وہ تصور یا اجنبی لگے یا ایسا تصور ہو جس کی تلاش تھی جو ایک خلاء کو بھر دینے والا ہو۔ یہ جو آخری بات ہے یہ آسان نہیں ہے اور محض یہ کہہ دینا کہ خدا سب سے پیارا ہے بالکل غلط ہے جب تک پیارا بن کے نہ دکھائے اور پیار یونہی پیدا نہیں ہو جایا کرتے۔ انسان سے ہمارے پیار جو ہیں وہ تعلقات کے نتیجے میں لمبے عرصے میں پیدا ہوتے ہیں اور اپنائیت ہو کر جب دوئی مٹتی ہے تو پھر تعلق ایک اور منزل پہ جا پہنچتا ہے ایک اور بلندی حاصل کر لیتا ہے۔

تو خدا تعالیٰ کی ذات اور انسان کی ذات میں اتنا بُعد ہے کہ انسان سے تعلق میں بھی اگر بیچ کی منازل بہت ہیں اور وہ آخری یک جان ہونے کی منزل بہت بعد میں آتی ہے تو خدا کے تعلق میں تو بہت ہی مشکلات ہیں اور دعا کے بغیر یہ مضمون حل ہو ہی نہیں سکتا یہ سفر طے ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ شروع میں تو انسان کی طبیعت یہ اجنبیت محسوس کرتی ہے کہ جب میں انسان سے پیار کرتا ہوں

،انسان کی خوبصورتی کو دیکھتا ہوں ،اس کے احسانات کو دیکھتا ہوں تو یہ ساری باتیں قرب سے معلوم ہو رہی ہیں اور اس میں ہم جنس ہونے کی وجہ سے کوئی بعد نہیں ،کوئی اجنبیت نہیں ،ایک طبعی چیز ہے۔ مگر اس تعلق کو اہمیت نہ دوں اس کو ادنیٰ سمجھوں اور واقعی دل کے ولولوں کے ساتھ اپنی محبتوں کا مرکز خدا کو بنالوں یہ جب تک حقیقتاً اس کو سمجھ نہ آئے اگر وہ ایسا دعویٰ کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ یہ آسان کام ہے ہی نہیں کیونکہ جو یکسانیت ہے جب تک وہ نہ ہو اس وقت تک محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ سب سے بلند تر محبت وہ ہے جو یکسانیت سے پیدا ہوتی ہے اس میں پھر کبھی کوئی دوری نہیں ہوتی۔ جو محبتوں کا سفر کرتے ہیں آغاز میں جو محبت بہت ہی غیر معمولی طور پر طاقتور دکھائی دیتی ہے جب بھی اس میں رخنہ پڑتا ہے یکسانیت کے فقدان سے پڑتا ہے۔ میاں بیوی خواہ کیسے ہی پیار سے زندگی کا سفر شروع کریں جوں جوں وقت کے ساتھ مختلف صورت حال پر ردعمل میں اختلاف دکھائی دیتا ہے۔ جوں جوں نظریات کے اختلاف جو ہیں وہ روزمرّہ کی زندگی پر اثر انداز ہونے لگتے ہیں۔ وہ جو دخل اندازی ہے وہ محبتوں کے اندر ایک رخنہ ڈالنے والی دخل اندازی ہوتی ہے جو یکسانیت کے فقدان سے پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ وہی چیز جو پہلے خوبصورت دکھائی دیتی تھی اس کی خوبصورتی کے باوجود اس میں وہ دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ دل پیچھے ہٹ جاتے ہیں حالانکہ جسم وہی رہتے ہیں۔ تو اس وجہ سے در حقیقت محبت کا فلسفہ ہی یکسانیت ہے اور جب تک یکسانیت پیدا نہ ہو اگر جنسیں بھی الگ الگ ہوں تو محبت کا پیدا ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اسی لئے وہ بزرگ جن کا میں ذکر کیا کرتا ہوں بابا عبدالستار صاحب ’’بزرگ صاحب‘‘ کہتے تھے، عبدالستار خاں۔ قادیان میں ایک پٹھان مہاجر تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غیر معمولی عشق تھا اور خدا پرست ایسے تھے کہ جو دل سے دعا اٹھتی تھی بہت جلد اس کا جواب ملتا تھا اور سادہ انسان مگر بہت گہرا اور باریک مزاج۔ چنانچہ ان کا جو واقعہ میں نے پہلے بھی بارہا آپ کے سامنے رکھا ہے وہ اس موقع پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ یہ دعا شروع کر دی کہ اے خدا میں نے تو ملکہ وکٹوریہ کو دیکھا نہیں ہے ان کا نام سنا ہے۔ نہ اس کے ساتھ میرا کوئی قومی تعلق ہے، نہ جسمانی طور پر کوئی تحریک میرے دل میں اس کے لئے پیدا ہوسکتی ہے، ہاں اس کی نیکی کے تذکرے سنے ہیں کہ اچھا بادشاہ ہے۔ تو اگر کوئی مجھے کہے کہ ملکہ وکٹوریہ سے عشق شروع کر دو میں کیسے

کر سکتا ہوں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے، میری طاقت میں نہیں ہے اور پھر عرض کیا کہ اے خدا پھر جنسوں کا بھی تو اختلاف ہے۔ اب کہاں میرا اور ملکہ وکٹوریہ کا فرق، کہاں میرا اور تیرا فرق۔ کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ تو جہاں قدر مشترک ہی کوئی نہیں وہاں کیسے میں تجھ سے محبت کروں مجھے یہ سمجھا دے۔ یہ دعا کرتے ہوئے کشفی حالت طاری ہوگئی اور اس کشفی حالت میں ان کو ایک شعر الہام ہوا کہ

عشقِ اوّل دردلِ معشوق پیدا می شود
تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

کہ عشق تو پہلے معشوق کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر شمع جلے نہیں تو پروانے کو کیا پاگل پن ہے کہ وہ شمع پر، بجھی ہوئی شمع پر جا کر اپنی جان نچھاور کرے۔ حوالہ:۔۔۔

پروانہ جلتا تو ہے مگر پہلے شمع جلتی ہے۔ معشوق پہلے جلتا ہے عاشق بعد میں جلتا ہے۔ عجیب جواب تھا یہ اور چونکہ وہ بہت ہی گہرے عارف باللہ تھے وہ اس مضمون کو سمجھ گئے کہ دراصل خدا سے محبت خدا ہی کی محبت کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہے اور ساری کائنات میں خدا کی محبت کے مظاہر بکھرے پڑے ہیں۔ کوئی بھی زندگی کا سانس ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے لطف واحسان کا مظہر نہ ہو۔ وہ ہماری طلب کر رہا ہے، وہ ہمیں بلا رہا ہے۔ تو اس مضمون کو سمجھیں تو پھر ایک یکسانیت کے مضمون کا آغاز شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جو کچھ وہ ہے ویسا بننے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور اگر خدا محسن ہے اور بندہ محسن بنتا ہے اور خدا کے احسانات کا دائرہ جو لامحدود ہے اس پر نظر رکھ کر محسن بننے کی کوشش کرتا ہے تو خدا سے ایک قسم کی یکسانیت پیدا ہونے لگتی ہے اور پھر خدا کا فضل ہے جو اس کی اس دل کی تمنا کے تیل پر آسمان سے اپنی محبت کا شعلہ برساتا ہے اور نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ بن کر وہ انسان جو خدا سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا محبت میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ تو شمع پہلے جلتی ہے پروانہ بعد میں، یہ مضمون ہے کہ وہ شمع روشن ہے اور اس کی روشنی ساری کائنات پر پھیلی ہوئی ہے ۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:36) اس پر غور تو کرو جب تم اس کے نور کے پردوں کو دیکھتے ہو جو پردوں کے پیچھے ہے لیکن پردے چمک اٹھے ہیں تو دراصل تمہیں اسی سے تو محبت ہو رہی ہے۔ ان کو بیچ میں حائل کیوں رہنے دیتے ہو۔ حسن خواہ انسان کا ہو پھولوں کا ہو، خواہ پہاڑوں کا ہو، ندی نالوں کا ہو یا صحراؤں کا حسن وہ بھی تو ایک حسن ہے۔ صحراؤں کا حسن ہو، ہر حسن پر جب انسان غور کرتا ہے تو اس کے پیچھے اللہ

تعالیٰ کا حسن کارفرما ہے۔

اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے

ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

(درثمین:10)

یعنی ہمیں تو خوبصورت آنکھیں بھی تیری ہی طرف لے جاتی ہیں اور ان کی زلفیں خمدار ہوں بھی تو ان کا ہاتھ تیری ہی طرف اٹھتا ہے۔ یہ ساری نظر اسی مضمون کی مظہر ہے کہ کس طرح خدا کا حسن روشن ہو چکا ہے اور جگہ جگہ ذرّے ذرّے پہ روشن ہے اور جدھر بھی نظر ڈالو تمہیں خدا کی محبت کی راہیں دکھائی دیں گی لیکن پہلے یہ شعور تو پیدا کرو کہ حسن ہے کیا اور کس کا ہے۔ اس مضمون میں جب تم داخل ہوتے ہو تو ہر قدم پر اذن اللہ کی ضرورت ہے۔ اللہ کے اذن کے بغیر اگلا قدم اٹھانے کی توفیق نہیں۔ ورنہ اس مضمون میں بھی ہر قدم پر وہ خطرات ہیں جن سے بچانے کے لئے آیت کے اس حصے کی ضرورت پڑتی ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کیونکہ یہ مضمون بسا اوقات حقیقت سے مجاز کی طرف لے جاتا ہے اور انسان کو مجاز ہی میں غرق کر دیتا ہے اور جتنے قدم خدا کی طرف بڑھنے کے ہیں اتنی ہی ٹھوکریں اس راہ میں حائل ہیں۔ ہر قدم پر ایک ٹھوکر بھی ہے اور آگے بڑھنے کے امکانات بھی ہیں۔ تو جس کو سب کچھ دکھائی دے رہا ہے اس کی طرف کیوں نہ توجہ دی جائے۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ اس کے پاس ایسے معقبات ہیں جو تمہاری حفاظت کر سکتے ہوں، تمہارے آگے اور پیچھے چلیں تمہاری نیتوں پر نگران ہو جائیں۔ مگر اگر اس سے مدد مانگتے ہوئے آگے بڑھو گے تو یہ نصیب ہوگا ورنہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ باقی جتنے دعویٰ کرتے ہیں سب جھوٹے ہیں کہ ہم نے تو خدا کی محبت کو پالیا ہے، ہم سمجھ گئے ہیں، ہم نے قربانی خدا کی خاطر کر دی ایک آدھ دفعہ نیت صاف کر کے خدا کی خاطر چھپ کر ضرور ہو گی اور بسا اوقات انسان کو توفیق ملتی ہے۔ مگر ایک قدم ہی تو سفر کا نام نہیں۔ خدا کی طرف سفر تو لامتناہی ذات کی طرف سفر ہے۔ اس کا تو ہر قدم ایک مشکل قدم بھی ہے اور قدم بھی لامتناہی ہیں، نہ ختم ہونے والے قدم ہیں۔ تو ایک آدھ نیکی کر کے اس پر خوش ہو کے بیٹھ جانا اور یہ سمجھ لینا کہ ہم نے سب کچھ پالیا، یہ انتہائی بے وقوفی ہے اور اس کے نتیجے میں جو کچھ

پایا ہے وہ بھی کھویا جاتا ہے۔

ایسے ایسے لوگ بھی آپ دیکھیں گے جنہوں نے کچھ پایا اور اس پانے کے تکبر نے ہی ان کو ہلاک کر دیا۔ بڑے بڑے سر اونچا لئے پھرتے ہیں۔کوئی ایک راز اتفاقاً مل گیا جو معمولی بات ہے۔عارف باللہ کو تو روزانہ خدا تعالیٰ بے شمار نکات عطا فرماتا ہے اور وہ جھک کر قبول کرتا ہے، وہم وگمان میں بھی نہیں آتا کہ میری کوئی چالاکی ہے لیکن ایسے ایسے بے وقوف بھی آپ کو نظر آئیں گے جو ایک بات پکڑ کے بیٹھ گئے ہیں اور بار بار وہ پوچھتے پھرتے ہیں لوگوں سے کہ اس کا جواب دو۔گویا میرے سوا کوئی اس کا جواب نہیں جانتا۔وہ چھوٹا سا کوئی چٹکلہ بے حقیقت، بے معنی اور اسی چٹکلے کے تکبر میں مبتلا ہو کر اگر کوئی نیکی تھی بھی تو وہ بھی برباد کر بیٹھتے ہیں۔کئی ایسے آدمی میرے علم میں ہیں بعضوں سے میری گفتگو ہوئی، بعضوں کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ انہوں نے یہ سوال کیا ہم نے بہت پھرا ہے بہت دیکھا ہے اس سوال کا جواب کسی نے نہیں دیا۔مراد یہ نہیں کہ سوال کے جواب کی تلاش ہے۔مراد یہ ہوتی ہے کہ ہمیں پتہ ہے تمہیں کچھ پتا نہیں اور آپ لاکھ ان کو سمجھانے کی کوشش کریں وہ سر ہلاتے رہیں گے کہ نہیں۔اصل بات بتائیں گے نہیں کیونکہ وہ بات ہوتی کچھ نہیں، بے حقیقت سی بات ہوتی ہے اور سر پھیر کے چلے جاتے ہیں کہ ہمیں یہاں سے بھی جواب نہیں ملا۔

ایسے ایک دو آدمیوں سے واسطہ پڑا اور اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ ان کی نفسانی حالت کو سمجھتے ہوئے ان کو لوگوں کے سامنے بہر حال لاجواب کر دیا۔وہ سر اٹھا کے نہیں واپس جا سکا اور اتنی بھی توفیق نہیں ملی کہ کہہ دے کہ ہاں میری تسلی ہوگئی ہے۔تو تسلی بھی خدا کا کام ہے وہ بھی بندے کے بس کی بات نہیں۔حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بھی ایک ایسا صوفی پہنچا تھا ایک بار اور بڑے اس نے تکبر کے ساتھ کہا کہ میں چند سوال لے کے آیا ہوں میرے جواب دیں آپؓ فوری طور پر۔آپؓ نے فرمایا بتاؤ۔اس نے کہا کہ یہ بتائیں اگر کوئی کشتی پر سفر کر رہا ہو اور کنارہ آجائے اور کنارے پر پہنچنے کے بعد کشتی میں بیٹھا رہے اس کو آپ کیا سمجھیں گے۔اس کو آپ بے وقوف اور پاگل کہیں گے یا دانا سمجھیں گے۔حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا میرا جواب یہ ہے کہ اگر وہ لامتناہی سمندر میں سفر کر رہا ہے تو جہاں کنارہ سمجھ کے اترا وہیں ڈوبا اور اچانک وہ سمجھ گیا۔جس مسئلے کا جواب اس کو دنیا میں کہیں نہیں ملا تھا وہ بے اختیار بول اٹھا کہ مسئلہ حل ہو گیا۔وہ صوفیوں کا ایک فرقہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ جب خدا کو

پالیا تو عبادتوں کی کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ پانچ وقت کی نمازیں اور شریعت کی پابندی یہ چیزیں تو خدا کے حصول اور اس کی تلاش کے لئے ہیں۔ جب ہم نے پا ہی لیا تو پھر کیا ہے۔ مگر حضرت مصلح موعودؓ بات کو سمجھ گئے اور کیسا عمدہ جواب دیا کہ تم اس کو پانے کا دعویٰ کر رہے ہو جو لامحدود ہے اور تم محدود ہو۔ اس لئے جہاں یہ دعویٰ کیا وہیں غرق ہو جاؤ گے۔ تو تکبر ہے جو انسان کو غرق کر دیتا ہے اور تکبر بھی اندھیروں کی پیداوار ہے۔ کبیــر کہلانے کا حق صرف اس کا ہے جو جانتا ہے۔ پس دیکھیں اس آیت کے ہر لفظ کو ہر لفظ کے ساتھ خدا نے ایسے رشتوں میں باندھا ہے کہ وہ ظاہری طور پر بھی دکھائی دیتے ہیں اور گہرائی میں بھی مسلسل چلتے ہیں۔

پس اگر تم کوئی بلندی چاہتے ہو، اگر عظمت چاہتے ہو تو اللہ کے علم میں غرق ہو جاؤ اس کے علم کو اپنالو، اس کے علم کے سائے تلے چلو تب تمہارے لئے بچنے کا امکان ہے اور پھر تمہاری حفاظت ہوگی۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہاری نہ نیکی کی کوئی قیمت ہے نہ بدی کی کوئی حیثیت سب کچھ خدا کی نظر میں برابر ہی ہیں۔ یکساں دنیاوی زندگی بسر کر رہے ہو کبھی نیکی کے نام پر کبھی بدی کے شوق میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے پھر فرماتے ہیں:

> یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات پر ایمان لاتا ہے اور اس کے ساتھ اسے ایک صافی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ دنیا اور اس کی چیزیں اس کی نظر میں فنا ہو جاتی ہیں۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 665)

یعنی اخفاء کی انتہا جو ہے یہ تب ہی نصیب ہوتی ہے کہ سب دنیا نظر سے غائب ہو جائے کوئی دیکھ ہی نہ سکے یہی میں آپ کو سمجھا رہا تھا کہ یہ وہ حالت تھی جس کو مسیح موعود نے پایا اور ایک اور سوال کے جواب میں اس کو ظاہر فرما دیا۔ یہاں آپ غائبانہ حوالے سے باتیں کر رہے ہیں اپنا مضمون نہیں بتا رہے۔ اس کو بھی اخفاء میں رکھا ہوا ہے کہ میں خود اس تجربے سے گزرا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے بغیر یہ بات نصیب ہو ہی نہیں سکتی کہ اللہ کا تعلق اتنا بڑھ جائے اور اس کی ہمہ وقت حاضری اس کے سامنے یا آپ کی خدا کے حضور ہمہ وقت حاضری یہ مضمون ساری زندگی کے ہر پہلو پر اتنا غالب آجائے کہ باقی گویا کچھ بھی نہیں رہا، ہر دوسری چیز فنا ہو گئی ہے پیچھے ہٹ گئی ہے۔ اس وقت پھر خدا تعالیٰ

اس آخری مقام کی نیکی کی توفیق بخشتا ہے جو اسرار میں سب سے بڑھ کر سر ہے یعنی دنیا سے چھپا ہوا اور خدا کے تعلق کا وہ سر جس کا اس بندے کے سوا جس کا خدا سے وہ تعلق ہے کسی کو علم نہیں ہوتا۔

پس یہاں ''سر'' دو معنوں میں ہے ایک یہ کہ دنیا کی نظر سے جب وہ غائب ہو جاتا ہے یا دنیا کو غائب کر دیتا ہے تو ایک راز ہے جو کسی کو معلوم ہو ہی نہیں سکتا۔ جس نے مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اپنی نیکی چھپائی جیسا کہ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اب اس کے دفاع میں بیان فرما رہے ہیں کہ میں اس کے اس فعل کو تکبر نہیں سمجھتا بلکہ اس کی ایک حالت ہے اور اس حالت کے بغیر اگر ایسا کرو گے تو یہ بھی ریاکاری ہے اور یہ بھی اپنے نفس سے چھپنے کی بات ہے۔ اس لئے طبعی حالتوں کے ساتھ ان نیکیوں کو ادا کرو یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ آج میرا خطبہ سنا تو کل مجھ سے چھپا چھپا کے کریں اور سمجھیں کہ آپ نے اس مقام کو پالیا ہے۔ کسی بت بنانے سے بت کی شکل کا وہ انسان تو نہیں بن جایا کرتا یہ وہ گہری حقیقتیں ہیں جو زندہ حقیقتیں ہیں۔ بت بنانے سے ان بتوں میں جان نہیں پڑ سکتی۔ اس لئے یہ حقیقتیں آپ کو بھی تب زندہ کریں گی اگر یہ خود زندہ ہوں گی۔

تو جہاں تقویٰ کے ساتھ سچائی کے ساتھ دل کا ایک جذبہ مختلف امکانات سے گزرتا ہوا آخر ایک فیصلہ تک پہنچتا ہے اور وہ ایک ایسے اخفاء کا فیصلہ ہے جس میں اور کوئی دنیا کا انسان اس سے باخبر نہیں ہوتا یہ وہ سر ہے جو اس کی نیکی کو حاصل ہوا جو ہر چیز سے چھپ گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ اس شخص کو زیبا ہے اور اسی کو اس کی توفیق ہے جس کی نظر میں ہمہ وقت خدا موجود ہے۔ یہ ہے وہ اہم نکتہ جس کو سمجھے بغیر آپ اس نیکی کی نقل بھی ماریں گے تو نیکی کو ضائع کر دیں گے۔ اگر انسان کلیتہً اپنی نیکی کو ہر دوسرے وجود سے چھپالے تو اس سے بڑا پاگل پن کوئی نہیں سوائے اس کے کہ اس وجہ سے چھپایا گیا ہو کہ جس کی خاطر ہے جو ہمہ وقت حاضر ہے اس کی نظر میں آچکی ہے اور مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ اب کوئی اور اس کو دیکھے یا نہ دیکھے۔ پس ہمہ وقت خدا کے وجود کا تصور اور اس کی حاضری ہی ہے جو سر کو نیکی بنا دیتی ہے اور یہ سر جب نیکی بنتا ہے تو ایک سر نہاں بن کر جو اللہ کے عشق اور اللہ کی محبت کا سر ہے اس کے دل کو روشن کر دیتا ہے۔ اچانک اس سر میں سے ایک اور سر جاگ اٹھتا ہے وہ اللہ کی ایسی محبت کا سر ہے جو خدا کو اس سے ہے، اس کو خدا سے ہے۔ دنیا میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں، کسی کو علم نہیں ہوتا کہ یہ محبت کیسے پیدا ہوئی، کیا ہے، کیا اس کی حقیقت ہے

اور کس عالی مرتبہ تک خدا اس محبت کے ذریعے اس کو پہنچا دے گا۔ یہ جو صورت حال ہے یہ چند مالی پیسوں کی قربانی کے تعلق میں بیان ہو رہی ہے لیکن آپ دیکھیں اس کا کتنا وسیع مضمون ہے۔ زندگی کی ہر نیکی کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ ہر انسانی جذبہ پر یہ بات چھائی ہوئی ہے۔

اس کے ساتھ ایک صافی تعلق پیدا ہو جاتا ہے (یہ الفاظ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں) دنیا اور اس کی چیزیں اس کی نظر میں فنا ہو جاتی ہیں اور اہل دنیا کی تعریف یا مذمت کا اسے کوئی خیال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ نہیں کہ دکھاوے کی خاطر تعریف سے بھی چھپتا پھرتا ہے اس کی بلاء سے ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی۔ ہوتی ہے تو معنٰی کوئی نہیں۔ بسا اوقات ایسا انسان کو تجربہ ہوتا ہے کوئی شخص جس نے کسی کے ساتھ نیکی کی ہو بعض دفعہ وہ اس کی تعریف میں خط لکھتا ہے تو جس نے واقعۃً اللہ کے لئے کی ہوتی ہے اس کو پرواہ کوئی نہیں ہوتی۔ یہ الفاظ اس کے دل میں کوئی کسی قسم کی بھی تحریک نہیں پیدا کرتے جو تعریف کو کرنی چاہئے کیونکہ وہ اپنی تعریف خدا سے وصول کر چکا ہوتا ہے۔ اس لئے دوسری دفعہ وہ وہی سودا کسی اور کو نہیں بیچتا۔ تو اس طرح انسان اپنی نیکیوں پر نظر رکھ سکتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باریک باریک مقامات پر نظر رکھتے ہوئے آپ کی رہنمائی فرمائی ہے۔

”غرض بدیوں کے ترک پر اس قدر ناز نہ کرو (اب ایک اور مضمون شروع ہو گیا) غرض بدیوں کے ترک پر اس قدر ناز نہ کرو۔ جب تک نیکیوں کو پورے طور پر ادا نہ کرو گے اور نیکیاں بھی ایسی نیکیاں جن میں ریاء کی ملونی نہ ہو اس وقت تک سلوک کی منزل طے نہیں ہوتی۔“

یعنی بعض ترک شر پر ہی نازاں ہوتے ہیں ہم نے فلاں بدی چھوڑ دی ہم نے فلاں بدی چھوڑ دی۔ فرمایا بدی چھوڑنا تو کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کس نیکی نے اس بدی کی جگہ لی ہے؟ یہ ہے اصل مضمون۔ اگر آپ صفائی کر کے بیٹھ جائیں اور کچھ بھی وہاں نہ لگائیں وہ خلاء کی خلاء ہی رہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ صفائی اس لئے کی جاتی ہے کہ گندگی پھینکی جائے اور اچھی چیز اس کی جگہ رکھی جائے یا اچھوں کو وہاں آنے کی دعوت دی جائے۔ اگر خالی صفائی ہی ہے، نہ اچھا سامان، نہ اچھے آنے والے لوگ تو اس صفائی کا کیا فائدہ۔ فرمایا نیکیوں سے اپنے دلوں کو بھرنا یہ وسعت بناؤ اگر نیکیوں سے دلوں

کو نہیں بھرو گے تو سلوک کی کوئی منزل طے نہیں ہوگی۔ پس بدیوں کا ترک نیکیوں کے استقبال کا ذریعہ ہے اور جب تک نیکیاں حاصل نہ ہوں خدا کی طرف آگے بڑھنے کے لئے قدم اٹھانے کی توفیق نہیں مل سکتی۔

آگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ ریاء حسنات کو ایسے جلا دیتی ہے جیسے آگ خس وخاشاک کو

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 665،666)

اور جو نیکیاں ہیں ان کی حفاظت کے لئے پھر ایک اور مشکل بدیاں دور کرو اور نیکیاں اختیار کرو اور ریاء کا ڈاکو ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ ہر قدم پر دکھاوے کا جو شیطان ہے وہ ابتلا لے کر آتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسے ہے جیسے خشک گھاس پھوس کو آگ دکھا دی جائے اس طرح یہ نیکیاں جل جاتی ہیں۔ دراصل اس میں ایک اور گہرا مضمون ہے وہ یہ ہے کہ نیکی جس کے ساتھ دکھانے کی تمنا ہو وہ ہری ہوتی ہی نہیں وہ ہوتی ہی خشک گھاس کی طرح ہے اور ریاء بس وہ تیلی بنتی ہے جو خشک گھاس پھوس کو دکھا دی جاتی ہے اس نے تو پھر بھڑکنا ہی ہے، اس کے مقدر میں جل جانا ہے۔ ورنہ نیکیوں میں گیلی مٹی کا مضمون پایا جاتا ہے۔ اس کے اندر طراوت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ روئیدگی ہوتی ہے، سبزی اس سے نکلتی ہے اس کو تو تیلی جلا نہیں سکتی اور تیلی کا دماغ میں تصور بھی نہیں آتا اس کے ساتھ۔ پس وہ جس کو لوگ نیکی سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ان کے جلانے کا انتظام بھی کرتا رہتا ہے یہ قانون قدرت ہے۔ جیسے گھاس پھوس کسی باغ میں زیادہ اکٹھا ہو جائے تو مالی ایک طرف کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ پھر اس ڈھیر کو ایک دن تیلی دکھا کر اس خس وخاشاک سے اپنے چمن کو پاک کر لیتا ہے۔

تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکی کا سفر کرنے والوں کا حال ہے جو ان کے ریاء کی باتیں ہیں شیطان ان کو تیلی لگاتا ہے اور وہ جل کر خاک ہو کر جو اگر باقی کوئی نیکی رہ گئی ہے تو وہی رکھیں گی باقی سب باتیں اس دنیا میں خاک ہو کر اڑ جاتی ہیں۔ تو کوئی پتا نہیں کہ ہم کتنی نیکیاں لے کر خدا کے حضور حاضر ہوں گے۔ اب اس مضمون پر نظر رکھیں تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے ہم نے بظاہر پھل پھول اکٹھے کئے کتنے ہی سرو و سمن سے اپنے نیکی کے چمن کو سجایا اور سمجھتے یہ رہے کہ یہ لہلہاتا ہوا باغ ہے لیکن وہ تھا خشک گھاس پھوس۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں یا سوکھی ہوئی ٹہنیاں تھیں اور ریاء کے ہر

شیطان نے ہر موقع پر اسے تیلی دکھائی اور آگ لگادی اور اگر آخر پر جا کر یہ آنکھ کھلے اور انسان کو پتہ چلے کہ مضمون کیا ہے تو مڑ کر دیکھے گا تو جلے ہوئے چمن کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

پس اس حال میں خدا کے سامنے پہنچنا ہے کہ کچھ لے کر پہنچیں اور یہ وہ بات ہے جس کے لئے مسلسل تیاری، ہمہ وقت نگرانی کی ضرورت ہے اور وہ جماعت جو مالی قربانیوں میں اس قدر عظیم بلند منازل طے کر رہی ہے اس کے لئے تو اور بھی زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے۔ پس وہ سارے جو خدا کی خاطر ایک آنہ پیش کرتے ہیں یا کروڑوں روپے پیش کر رہے ہیں وہ اپنی قربانیوں کی نگرانی کریں اور اس نگرانی کے تعلق میں جو طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھایا ہے اس کے ذریعے ان کو باقی نیکیوں کی حفاظت کی بھی توفیق ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مضمون کو سمجھنے کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(آج کیونکہ میں نے ایک جماعتی سفر پر جانا ہے اس لئے نماز جمعہ کے بعد اس کے ساتھ ہی عصر کی نماز یہاں جمع ہوگی۔)